Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date
1-8-15-22

Phone—29
Annual Rs. 4/-
per Copy-12

جلد ۲۶ - شمارہ ۳۹ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۷ء

اداریہ

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا

(سرسید کی یاد میں)

۱۷ اکتوبر سرسید کی پیدائش کا دن ہے۔ یعنی ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو سرسید کی پیدائش کو ڈیڑھ سو برس ہو گئے۔ سرسید کی تحریک نے اردو ادب میں انقلاب برپا کر دیا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو جدید دور کی ضروریات سے آشنا کیا۔ عقلیت کی شمع روشن کی۔ تہذیب و معاشرت کی اصلاح کی۔ رواجی مذہب اور حقیقی مذہب کے فرق کو واضح کیا۔ نئی تعلیم کے لیے راہیں نکالیں اور سچی سیاست کے آداب سکھائے اور ایک ایسی نسل تیار کر دی جس نے زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنے خلوص اور لگن کی بدولت بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ سرسید کے کام پر مختلف لوگوں نے تنقیدیں کیں اور اپنی صلاحیت اور نقطۂ نظر کے مطابق اس کی اہمیت کا تعین کیا۔ سرسید نے بہت سی باتیں صرف اپنے دور کے لیے کہی تھیں لیکن مجموعی طور پر ان کا پیام آج بھی ہمارے لیے بڑی گرمی اور روشنی رکھتا ہے، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ آج کے حالات میں اس کی اہمیت کچھ زیادہ ہی ہو جاتی ہے۔

سرسید کی ساری زندگی اور پورے کام کو ذہن میں رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری ملازمت کے زمانے میں تصنیف و تالیف کے شغل نے ان میں ایک سنجیدہ مزاج، ایک دوربین نگاہ اور قوموں کے عروج و زوال پر غور کرنے والا ایک ذہن پیدا کر دیا تھا۔ وہ زمانے کی رفتار اور زندگی کے ارتقا کے قانون کو سمجھ گئے تھے اور ان کا یہ پختہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ ماضی کی شوکت کے طلسمات میں اسیر رہنا، تباہی کا باعث ہوگا۔

دوسری بات جو ہمیں معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ انھیں نہایت بے خوفی اور بے جگری کے ساتھ اپنے عقیدے کے مطابق عمل کرتا گیا تھا، ۱۸۵۷ء کی شورش میں انھیں ہندوستان کے زوال آمادہ جاگیردارانہ نظام کی شکست نظر آگئی تھی۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ انگریزوں کے مظالم پر ان کی نظر نہ تھی، بلکہ وہ ان عالمی افکار و اقدار کو جذب کرنا چاہتے تھے جو یورپ کے ذریعہ سے ہندوستان تک پہنچے اور تاریخ کے ایک اٹل قانون کے مطابق اپنے ساتھ برکتیں اور لعنتیں دونوں لائے۔ چنانچہ انھوں نے اسباب بغاوت ہند بھی لکھی اور حکومت سے تعاون پر بھی زور دیا، مگر دونوں میں وزن و وقار کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

تیسرے انھوں نے دیکھ لیا تھا کہ ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً مذہب کا رواجی تصور نئے زمانے اور نئی ضروریات سے ہم آہنگ ہونے سے روکتا ہے۔ اس لیے انھوں نے رواجی تصور کی خامیاں اور مذہب کے حقیقی تصور کی خوبیاں واضح کیں۔

چوتھے انھوں نے تہذیب کے محدود تصور کو بدل کر اسے ایک ایسے وسیع مفہوم میں استعمال کیا جس کی وجہ سے زندگی کے تمام شعبوں میں فکر و عمل کی روح دوڑ گئی اور وہ حیات بخش اور حیات آفریں ہو گیا۔

پانچویں انھوں نے قدیم ادب کی کوتاہیاں واضح کر کے نئے ادب کے لیے راہ ہموار کی اور بیمار تخیل کی کرشمہ سازیوں کے بجائے حقیقت کے نیرنگ کی طرف توجہ دلائی اور مریضی داخلیت کے بجائے خارجی دنیا اور ایک اصلاحی مشن کی جلوہ سامانیوں کی طرف اشارہ کیا۔

چھٹے انھوں نے شاعری اور نثر دونوں میں ابلاغ کی اہمیت پر زور دیا تاکہ چراغ سے چراغ جل سکے۔ اور ایک ایسے اسلوب کی طرح ڈالی جس کے امکانات بڑے روشن تھے۔

ساتویں انھوں نے نئی تعلیم کی طرف توجہ دلا کر ذہنوں کو ماضی سے حال کی ضروریات کی طرف موڑ دیا۔ شروع میں انھوں نے مقامی زبانوں کے ذریعہ سے تعلیم کے اصول کی اہمیت واضح کی اور اس کے لیے کوشش بھی کی، مگر یورپ کے سفر کے بعد نئے علوم کے حصول کے لیے نئے ساز و سامان اور نئے ذہن کی ضرورت محسوس کی اور اس لیے انگریزی میں اعلیٰ تعلیم پر توجہ کی۔ یہاں ان کے مقصد اور ان کے طریقۂ کار کو علیحدہ کرنا ضروری ہے۔ مقصد اب بھی وہی ہے

کو تو طریقہ کار بدل جائے گا۔ ذہن کی مکمل تربیت کے لیے اپنے اظہار کا راستہ بہتر ہے، گو اس اظہار کو غذا دوسرے پیرایوں سے بھی مل سکتی ہے۔

آٹھویں انھوں نے جس مٹی کو چھوا اسے سونا بنا دیا اور اپنے گرد ایسے ایسے اشخاص جمع کر لیے جن میں سے ہر ایک آفتاب و ماہتاب تھا۔ ان اشخاص کی کاوشوں سے صحرا میں پھول کھلے اور جنگل میں منگل ہو گیا۔

نویں انھوں نے حرف سے ذہن کی تعمیر پر ہی زور نہیں دیا بلکہ ادارے بنائے اور چلائے۔ وہ معمولی معمار نہیں تھے معمار اعظم تھے۔

دسویں انھوں نے اردو زبان کے چلن پر زور دیا، اس کی راہ سے کانٹے ہٹانے کی کوشش کی اور اس کے ادب کو جدید علوم سے آشنا کرایا۔

آج اس معلم، مفکر، مصلح، ادیب، صحافی، عالم، ذہنی رہنما کا پیام ہمارے لیے کیا ہے۔ یہ وہی ہے جسے اقبال نے اپنی نظم پیر رومی و مرید ہندی کے آخر میں پیش کیا ہے۔ مرید ہندی کہتا ہے ؎

ہند میں اب نور باقی ہے نہ سوز — اہل دل اس دیس میں ہیں تیرہ روز

پیر رومی جواب دیتا ہے ؎

کار مرداں روشنی و گرمی است — کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

یو پی حکومت کی اردو سے متعلق کمیٹی کی پھر سے تشکیل

لکھنؤ: یو پی اسٹیٹ اردو کمیٹی کی حکومت نے نئے سرے سے تشکیل کی ہے کیونکہ مجلس قانون ساز کے ممبروں کو نمائندگی دینے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ تشکیل نو کے بعد کمیٹی اس طرح ہوئی۔

نائب وزیر اعلیٰ، رام پرکاش (چیرمین)، شرافت حسین رضوی ایم۔ ایل۔ اے، رام نرائن ترپاٹھی ایم۔ ایل۔ اے اور مصطفیٰ حسین ایم۔ ایل۔ سی۔ ممبران، ایجوکیشن سکریٹری باعتبار عہدہ ممبر ہوں گے اور جنرل ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ کے ڈپٹی سکریٹری کمیٹی کے سکریٹری کے طور پر کام کریں گے۔

تعلیم اور ایڈمنسٹریشن کے میدان میں اردو بولنے والے لوگوں کے لیے حکومت نے جو سہولتیں دی ہیں انھیں عملی جامہ پہنانے کی تدابیر کے طریقے حکومت وضع کرے گی اور اردو والوں کی دشواریوں کو ختم کرے گی۔ (سیاست جدید کانپور)

چینی زبان میں مہاتما گاندھی پر کتاب

بمبئی: تائی وان میں چینی زبان میں مہاتما گاندھی پر ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا نام گاندھی اور جدید ہندوستان ہے۔ یہ کتاب آٹھ سال کی محنت میں تیار ہوئی ہے اور دس لاکھ الفاظ میں مہاتما گاندھی کی زندگی اور فلسفہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب میں ان کی جنوبی افریقہ اور ہندوستان میں جدوجہد اور ان کی شہادت تک کے حالات ہیں۔

بین الاقوامی تعلقات کے انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر پروفیسر چن تسائی وی نے اس کتاب کا مواد گیارہ سال میں فراہم کیا ہے۔ سنٹرل نیوز ایجنسی کے ڈائرکٹر جناب ماشن لیہ نے اس کتاب کو ایک عظیم ذخیرہ قرار دیا ہے۔ (قومی آواز)

جگر جونیر ہائی اسکول گونڈہ

حضرت جگر مرادآبادی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں اس بلند پایہ شاعر اور عظیم المرتبت انسان کی ایک مستقل یادگار کی صورت میں اہالیان گونڈہ نے جگر جونیر ہائی اسکول قائم کیا ہے جس کی تعمیر و ترقی کے لیے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ اس اسکول کو وسیع تر کرنے اور ہر طرح کی تعلیمی سہولت بہم پہنچانے کے لیے کثیر سرمایہ کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے ہم وطنوں کو خاص کر ادیب و شعراء اور پرستاران جگر سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس اسکول کی تعمیر و ترقی کے لیے ہر طرح تعاون کریں۔

مراسلت اور ترسیل زر کا پتہ: ڈاکٹر یاد حسین منیجر جگر جونیر ہائی اسکول (گونڈہ)

(الجمعیۃ دہلی)

کاپی رائٹ کے ضابطہ میں ترمیم

کلکتہ: وزیر مملکت برائے تعلیم جناب شیر سنگھ نے آج یہاں بتایا کہ گزشتہ جولائی میں اسٹاک ہام میں بین الاقوامی کاپی رائٹ کنونشن میں جو فیصلے ہوئے تھے ان سے ہندوستان اور دیگر ترقی پذیر ممالک کے لیے تعلیمی مقصد کے لیے اہم غیر ملکی کتابوں کو اپنے ملک کی زبان میں ترجمہ کرنے کا کام آسان ہو جائے گا۔ یہ رعایت صرف تعلیم، مطالعہ اور تحقیق مقاصد کے لیے مخصوص ہے۔

ہندوستانی زبانیں سیکھنے کے لیے سوویٹ طلبا کی آمد

نئی دہلی: ماسکو یونیورسٹی اور ریڈیو ماسکو سے تعلق رکھنے والے نو طلبہ اور پوسٹ گریجویٹ کی ایک جماعت جو چھ لڑکیوں اور تین لڑکوں پر مشتمل ہے ہند سوویت تہذیبی تبادلہ پروگرام کے تحت نئی دہلی آئی ہے۔ یہ نوجوان دس ماہ تک قیام کریں گے اور ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں میں ہندوستانی زبانوں کی تعلیم حاصل کریں گے۔ مس لیودمیلا واسیلیوا دہلی یونیورسٹی میں اردو کی تعلیم حاصل کریں گی اور دیگر ارکان سنسکرت، ہندی، مرہٹی، ملیالم اور دوسری ہندوستانی زبانوں کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے چنڈی گڑھ، لکھنؤ، پونا، ترویندرم اور دوسرے شہروں کو جائیں گے۔ سوویت طلبہ کی ایک اور جماعت عنقریب تاشقند سے نئی دہلی آئے گی۔

نیر اقبال

صوتی آلات

PHONETIC INSTRUMENTS

جدید سائنسوں کی اصطلاحوں کے لیے ابھی اردو کو تنگ دامانی کی شکایت ہے۔ جدید لسانیات تو جدید ترین سائنس ہے۔ خود انگریزی میں ابھی تک بہت سے NOTIONS اور تصورات کے اظہار کے لیے جو اصطلاحات استعمال ہو رہی ہیں ان کے تعین کے سلسلہ میں ماہرِ لسانیات اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ اردو میں لسانیات کی اصطلاحوں کا تعین تو کجا زبان و ادب کے بیشتر طالب علم اور عالم لسانیات کے بیشتر قدیم و جدید شعبوں کے شناسا بھی نہیں ہو سکے ہیں۔ لسانیات کا ایسا ہی ایک شعبہ INSTRUMENTAL PHONETICS ہے اس کا ترجمہ میں نے آلاتی صوتیات اور صوتی آلات سے کیا ہے۔ ابھی تک یوں تو صوتی آلات کہہ کر علم صوتیات میں VOCAL APPARATUS کا ترجمہ کیا جاتا رہا ہے۔ یعنی وہ اعضا جو صوت یعنی آواز کا اخراج کرتے ہیں یعنی زبان، دانت، حلق، لب وغیرہ۔ لیکن یہاں میں نے صوتی آلات سے وہ مشینیں مراد لی ہیں جو آوازوں کے PERCEPTION میں مددگار ہوتی ہیں۔

لسانیات کو سائنسوں کے زمرے میں رکھنے کے کئی وجوہ ہیں ان میں سب سے اہم زبان کو سب سے چھوٹی اکائی PHONEME کی معروضیت کی دریافت اور اس کا مشینی درک ہیں۔ ہم کبھی کوئی بات بعینہٖ دوبارہ نہیں کہتے۔ ایک بات کو اگر دوبارہ کہا جائے تو ان دونوں بار کے اخراج کے درمیان باریک فرق پیدا ہو جائے گا یہ اختلاف عام حالت میں کوئی معنی نہیں رکھتا لیکن علم لسانیات میں اس کو بہت بڑی اہمیت ہے۔ یہ اختلاف ایک ہی آواز کو کئی پہلو عطا کر دیتا ہے۔ خود PHONEME اپنی جگہ ایک نقطہ نہیں ہے بلکہ دائرہ ہے COMLEMENTARY DISTRIBUTION میں آنے والی کئی آوازوں اور ان آوازوں کے مختلف النوع پہلوؤں (PHASES) کے اشتراک سے ایک PHONEME کی تشکیل ہوتی ہے۔ بولی ہوئی آوازوں کے سلسلہ کے اندر PHONEME کا ارتباط زنجیر کے حلقوں کی طرح ہوتا ہے۔ ہم کہیں بھی انگلی رکھ کر نہیں کہہ سکتے کہ یہاں ایک PHONEME ختم ہوتا ہے اور یہاں سے دوسرا شروع ہوتا ہے۔ پہلوؤں کا یہ اختلاف آوازوں کے اس سلسلہ کے اندر اور بھی زیادہ رنگا رنگ تصویریں پیش کرتا ہے اور انفرادی طور پر بولنے والے کی عادات پر دائمی اثرات چھوڑتا ہے۔ یہ انفرادی اثرات آہستہ آہستہ سماجی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اختلافات کے یہ سلسلے جب صدیوں میں تبدیل ہوتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ زبان نے بنیادی صورت ہی تبدیل کر لی ہے۔ بول چال کے اندر ان باریک اختلافات کا درک بہت آسان نہیں ہے۔ آوازوں کے سلسلہ میں ہر آواز کے مطالعہ اور اختلافات سے آنے والی تبدیلیوں کے رخوں کو آسانی سے سمجھنے کے لیے ماہرین لسانیات مشینوں سے مدد لیتے ہیں۔ یہ مدد کس طرح لی جا سکتی ہے اس کو جاننے کے لیے ہم کو صوتیات کی تمام شاخوں کا جائزہ لینا پڑے گا۔

صوتیات کی عام طور پر چار شاخیں سمجھی جاتی ہیں (۱) اخراجی۔ اس کے اندر ان تمام انسانی اعضا کا مطالعہ آجاتا ہے جو آوازوں کی تخلیق میں اشتراک کرتے ہیں۔ (۲) ارسالی، اس میں ان تمام نسانی اعضا کا مطالعہ آجاتا ہے جو آوازوں کی تخلیق میں اشتراک کرتے ہیں۔ (۳) سماعی، اس میں ان تمام انسانی اعضا کا مطالعہ ہوتا ہے جو آوازوں کا درک سن کر کرتے ہیں۔ (۴) ذہنی، نفسیاتی، اعصابی، کانوں کے عضلات بات کو دماغ تک پہنچاتے ہیں۔ دماغ صوتی لفظی اور تفہیمی پیکروں کا STOREHOUSE ہے۔ تمام اخراجی اعضا کی حرکات تمام سماعی ادراک لسانیاتی مفہوم سے عاری رہ جائیں اگر دماغ میں وہ ربط و ترتیب نہ حاصل کریں۔ دماغ سے اعصاب کے ذریعہ اخراجی اور سماعی عضلات معمول ہوتے ہیں۔ صوتیات کی یہ شاخ مطالعہ کے اعتبار سے انتہائی پیچیدہ ہے اور ابھی تک اس کا خاطر خواہ مطالعہ نہیں ہوا ہے۔ چوتھی شاخ طبعیاتی ہے۔ اس کے تحت بولنے والے کے لبوں سے اخراج کے بعد سننے والے کے کانوں میں پہنچنے تک آواز کے سفر کا مطالعہ آتا ہے۔ آواز کا یہ مطالعہ طبعیاتی نوعیت کا ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ سائنس طبعی سائنس سے تعلق رکھتی ہے لسانیات علم طبعیات کو بہم پہنچائی ہوئی معلومات سے استفادہ کرتی ہے۔

بعض لوگ صوتی آلات کے مطالعہ کو صوتیات کی پانچویں شاخ قرار دیتے ہیں لیکن ایسا کرنا کچھ زیادہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ بول چال کے عمل کو گھیرے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ ایک آدمی کے دماغ سے خیال چلا، اخراجی عضلات کے ذریعہ ظاہر ہوا، ہوا میں سفر کیا، دوسرے آدمی کے کانوں میں پہنچا وہاں سے دماغ میں اور پھر دماغ نے اس کا جواب اسی عمل سے پہلے دماغ تک پہنچا دیا۔ دائرہ مکمل ہو گیا۔ اس دائرے میں ہونے والے تمام عمل کا صوتیات کی چاروں شاخیں احاطہ کر لیتی ہیں۔ اب کوئی خلا باقی ہی نہیں رہتا جس کا مطالعہ کسی پانچویں شاخ کے ذریعہ کیا جائے۔ اس لیے اس کو ان چاروں شاخوں کے متوازی اور برابر درجہ نہیں دیا جا سکتا دوسرے اس کا بنیادی کام صرف آواز کی لہر کی بصری صورت فراہم کرنا ہے یا شعر ریکارڈ کر لینا ہے۔ ایک بار جو بات منھ سے نکلتی ہے وہ دوبارہ بھی نہیں نکلتی۔ عام حالات میں جو بات کہہ دی گئی کہہ دی گئی۔ جو اثرات وہ چھوڑتی ہے قطعی غیر محسوس ہوتے ہیں اور خود بات باقی نہیں رہتی ان تمام آلات کا صرف یہی بنیادی کام ہے کہ وہ بات کو ریکارڈ کر لیں۔

اور اس بات کے مختلف اجزا کا تجزیہ کریں کیونکہ ابھی یہ علم اپنی ابتدائی منزلوں میں ہے۔ اس کی افادیت کے سلسلہ میں بھی ماہرین لسانیات اختلاف کرتے ہیں۔ بعض اسکول تو اس کو قطعی ناقابل اعتنا قرار دیتے ہیں۔ بعض اس کی جزوی افادیت کے قائل ہیں البتہ لسانیات کا انگریزی اسکول اس کی اہمیت کے سلسلہ میں خاصا مبالغہ کرتا ہے۔ فرتھ وغیرہ اس کی قدر و قیمت کے بہت بڑے داعی ہیں۔ بہرحال ابھی صوتی آلات کے عمل کے مطالعہ کو علم صوتیات کی پانچویں شاخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

صوتی آلات صوتیات کی صرف دو شاخوں میں مددگار ہوتے ہیں پہلی اور چوتھی۔ ابھی تک ایسے کوئی آلات نہیں ایجاد ہوئے ہیں جو کان کے عمل کو سمجھ سکیں، نہ ہی دماغ کے عمل کو سمجھنا آسان ہے اس لیے یہ آلات صرف اخراجی اور طبیعیاتی شاخوں کے مطالعہ میں مدد دیتے ہیں۔

اخراجی صوتیات میں مدد دینے والے آلے ان آلوں کی مدد سے صرف منہ کے اندر آواز بننے کے عمل اور حلق کے اندر صوتی پردوں کے عمل کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ منہ کے اندر آواز تشکیل کرنے کے عمل کے مطالعہ کے لیے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ پیلیٹوگرافی کہلاتا ہے۔ پیلیٹوگرافی کئی حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے ایک مصنوعی تالو بنایا جاتا ہے۔ اس تالو کے بنانے کا وہی عمل ہے جو دندان ساز مصنوعی دانتوں کے لیے تالو بنانے میں اختیار کرتے ہیں۔ یہ تالو صرف سخت تالو کی شبیہ ہوتا ہے۔ نرم تالو کیونکہ متحرک عضو ہے اس لیے اس پر یہ تالو نہیں لگایا جا سکتا۔ مصنوعی تالو پر پاؤڈر یا کالک لگا کر بہت احتیاط کے ساتھ تالو میں فٹ کر لیا جاتا ہے کوئی ایسی آواز بولی جاتی ہے جس میں زبان تالو کے تعلق میں آتی ہو صرف ایک بار بول کر تالو باہر نکال لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کو پروجیکٹر میں رکھ دیا جاتا ہے۔ یہ پروجیکٹر لکڑی کا بنا ہوا ایک چوکور بکس ہوتا ہے جو نیچے سے چوڑا اور اوپر سے پتلا ہوتا ہے اور سطح پر شیشہ لگا رہتا ہے۔ اندر ایک بلب، ایک لینس اور ایک کنڈینسر لینس ہوتا ہے۔ تالو کو فوکس پوائنٹ پر بکس کے اندر رکھ دیا جاتا ہے۔ بلب جلا دیا جاتا ہے۔ تالو کا فوکس اوپر لگے ہوئے شیشے میں آتا ہے اس پر ایک ٹریسنگ کاغذ رکھ کر پنسل سے نقشہ اتار لیا جاتا ہے جتنے حصے کو زبان نے چھوا ہوتا ہے اتنے حصے کا پاؤڈر یا کالک چھوٹ جاتی ہے۔ اس پر لکیر پھیر کر تصویر مکمل کر لی جاتی ہے۔ ایک آواز کو کئی کئی بار بول کر اس بات کا تعین کیا جاتا ہے کہ کسی مخصوص آواز کا اخراج کرتے ہوئے زبان اور تالو میں کہاں میل ہوا، کتنے حصے پر ہوا اور اس کی نوعیت کیا ہے۔

اس آلہ کی مدد سے ہم زبان کے ایسے مسائل کا مطالعہ کر سکتے ہیں جیسے ہندی اردو کی ڈ اور ڑ کی آواز۔ ہندی ڈ کی آواز بیشتر ڑ میں تبدیل ہو جاتی ہے جبکہ اردو میں ایسا کم ہوتا ہے۔ اردو "ڈ" ہندی اور انگریزی ڈ کے بین بین ہے۔ اسی لیے اردو میں ابتدائی ڈ گڈی، ڈول، درمیانی گڈریا اور آخری گڈمڈ کھڈ مل جاتا ہے۔ ہندی گڈریا ہمیشہ گڑریا یا گڑیا ہو جاتا ہے۔ اردو میں عنایت کے ساتھ میلان 'ڈ' کی طرف ہوتا ہے۔ راڈ، سانڈ، گنڈاسا، کھانڈ جبکہ ہندی میں ڑ فوقیت حاصل کر لیتی ہے۔ رانڑ، کھانڑ وغیرہ وغیرہ۔

اس آلہ کی افادیت بے حد محدود ہے۔ چند مصوتے اور صرف وہ مصمتے جو دانتوں سے شروع ہوتے ہیں اور سخت تالو پر ختم ہو جاتے ہیں اس دائرے کے مطالعہ میں آتے ہیں۔ اس سے نہ دولبی آوازوں کا مطالعہ ہو سکتا ہے اور نہ لب دندانی اور نہ نرم تالو اور اس سے پیچھے کی۔ دوسرے ایک مشکل اور ہے صرف ایک لفظ اور وہ بھی ایسا جس میں صرف ایک بار ایسی آواز آئے جس میں زبان کا تالو سے اتصال ہو۔ مثلاً رام، شام، آج، کال۔ ک میں زبان کا اتصال نرم تالو سے ہوتا ہے۔

حلقوم کے اندر صوتی پردوں کی تھرتھراہٹ کا مطالعہ کرنے کے لیے دو آلوں کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ دونوں آلے بنیادی طور پر ایک ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک کی ساخت سیدھی سادی ہے جبکہ دوسرے کی سخت پیچیدہ ساخت کا حامل ہوتا ہے۔ پہلا آلہ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک پون انچ (۳/۴) گول چھوٹا سا آئینہ اور ایک گھوما ہوا ہینڈل۔ منہ کھول کر آلہ کو نرم تالو جتنا پیچھے ہو سکے ایسے فٹ کر دیتے ہیں کہ صوتی پردوں کی تھرتھراہٹ کا عکس آئینہ پر پڑے اور آئینہ کے ذریعہ صوتی پردوں کی تھرتھراہٹ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ صوتی پردوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس آلہ کو LARYNGOSCOPE کہتے ہیں۔ دوسرا آلہ STROBOLARYNGOSCOPE کہلاتا ہے اس کی ایک تھیوری ہے اور استعمال کا طریقہ ہے۔ تھیوری صوتی پردوں اور آلہ کی FREQUENCY کے تناسب پر منحصر ہے۔ عمل ایسے کرتے ہیں کہ دونوں FREQUENCIES کو ہم رفتار کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں صوتی پردے جس حالت اور کیفیت میں پہلی بار نظر آئے تھے اسی حالت اور کیفیت میں مستقل نظر آتے رہتے ہیں۔ اگر آلہ کی رفتار صوتی پردوں کی تھرتھراہٹ کی رفتار سے کم ہوتی ہے تو پردے چلتے ہوئے تو نظر آتے ہیں لیکن کم رفتار پر۔ ایسی صورت میں حرکت کے انداز کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اگر آلہ کی حرکت کی سمت بدل دی جاتی ہے تو پردوں کی جنبش کئی گنا تیز معلوم ہونے لگتی ہے یہ معاملہ قطعی ریاضیات سے تعلق رکھتا ہے۔

مووی کیمرہ فٹ کر کے اس کی فلم بھی تیار کی جا سکتی ہے۔

باقی صوتی آلات طبیعیاتی صوتیات میں مدد کرتے ہیں۔ ان میں تین آلے خاصے اہم ہیں۔ کائموگراف، اسپیکٹروگراف اور اوسلوگراف۔ ایک بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ ان تمام آلوں کا جو صوتیات میں کسی بھی طور سے اخراجی یا طبیعیاتی۔ مدد کرتے ہیں یہ کردار ثانوی ہے۔ یہ آلے بنیادی طور پر لسانیات کے مقصد اور مفاد کو مدنظر رکھ کر نہیں بنائے گئے تھے بلکہ دوسری سائنسوں کی تحقیق و جستجو میں مدد دینے کے لیے ایجاد اور تیار کیے گئے تھے (بقیہ صفحہ ۶ پر)

کرشن چودھری حبیب

اے بادِ صبا چل

یوں آئے ہیں گھر گھر کے یہ دکھ درد کے بادل
تاریک فضاؤں میں گھلا جیسے ہو کاجل
بے چین ہیں، بے تاب ہیں، بے آس ہیں، بیکل
لہرا دے ذرا آ کے تو امید کا آنچل
اے بادِ صبا، بادِ صبا، بادِ صبا چل
اے بادِ صبا چل

گلشن میں نہ وہ رنگ نہ وہ روپ رہا ہے
غنچے کی نہ اب آنکھ میں وہ کیف بھرا ہے
کب پھول کے سینے میں دھڑکنے کی صدا ہے
سناٹا سناٹا ہے، حرکت ہے نہ ہلچل
اے بادِ صبا، بادِ صبا، بادِ صبا چل
اے بادِ صبا چل

کانٹوں سے ہے صد چاک ہر اک گل کا گریباں
ہر سمت سے ہے بجلیوں کی زد میں گلستاں
سویا ہے لمبی تان کے چوکھٹ پہ نگہباں
اور ڈس رہی ہے رات سویرے کو ہر اک پل
اے بادِ صبا، بادِ صبا، بادِ صبا چل
اے بادِ صبا چل

تو آئے تو گلشن کا حسیں چہرہ نکھر جائے
ہر غنچہ چٹک جائے، ہر اک پتہ سنور جائے
کمھلائے سے پھولوں کا بھی کچھ حال سدھر جائے
باقی رہے حسرت، نہ کوئی غم نہ کوئی بل
اے بادِ صبا، بادِ صبا، بادِ صبا چل
اے بادِ صبا چل

تو آئے تو پھر کیف و مسرت کی فضا آئے
اس خاک میں جینے کا، مرنے کا مزا آئے
سینوں میں امنگ اٹھے اور اک جوش نیا آئے
اور رات کے چہرے سے ڈھلک جائے پھر آنچل
اے بادِ صبا، بادِ صبا، بادِ صبا چل
اے بادِ صبا چل

آ جا کہ ذرا شغلِ مے و جام کریں گے
کچھ تذکرۂ یارِ دلآرام کریں گے
رنگین ہر اک صبح، ہر اک شام کریں گے
اور نغمے سنائیں گے حسیں، شوخ اور چنچل
اے بادِ صبا، بادِ صبا، بادِ صبا چل
اے بادِ صبا چل

غزلیں

کرشن موہن

ساکت ہے ہوا دم بخود ہے برگِ درخت
جس طرح سہما ہوا ہے میرا بخت

میں سمجھتا تھا ملے گا کچھ سکوں
عشق میں دل بن گیا ہے لخت لخت

نرم و نازک ہے سرشتِ کائنات
کیوں مزاجِ اہلِ دنیا ہے کرخت

ہر قدم پہ پائیں امیدوں کے سراب
عاشقی کی راہ ہے دشوار و سخت

کرشن موہن زیست ہے محرومِ عیش
اس سفر کا جیسے ہو اندوہ رخت

اختر نظمی

افق کے پاس جو اک سرمئی سا منظر ہے
دھوئیں کی اوٹ میں جلتا ہوا کوئی گھر ہے

حساب کیا ہے تنہائیوں کے لمحوں کا
جواب ان کا بھی کوئی سوچ لو تو بہتر ہے

نہیں ہیں خطرہ و مرگ و حیات پیشِ نظر
مری نگاہ میں اک بیکراں سمندر ہے

سنا ہے اپنے ہی اپنائیت برتتے ہیں
مگر یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے

میں کیا کروں کہ ہے اپنا ہی میری ٹھوکر میں
مرا خلوص مرے راستے کا پتھر ہے

بھٹک رہا ہوں خلاؤں کے آس پاس کہیں
نہ کوئی راہ ہے نظمی نہ کوئی رہبر ہے

ابراہیم فیض

برائے نام پرستش ہے اور کچھ بھی نہیں
ستم برنگِ نوازش ہے اور کچھ بھی نہیں

تمہارا نام جو دہرا رہا ہوں رہ رہ کر
تمہیں بھلانے کی کوشش ہے اور کچھ بھی نہیں

یہ امتحانِ مسلسل، یہ کشمکش پیہم
حیاتِ اسیر کی آزمائش ہے اور کچھ بھی نہیں

جبینِ وقت پہ جو آج بن کے ابھری ہے
دل و دماغ کی کاوش ہے اور کچھ بھی نہیں

لبِ حیات پہ جو شوخیٔ تبسم ہے
وہ خونِ دل کی نگارش ہے اور کچھ بھی نہیں

کہاں کا حسنِ عقیدت، کہاں کے دیر و حرم
ہمارا ذوقِ پرستش ہے اور کچھ بھی نہیں

یہ اٹھ رہا ہے دھواں سا جو آشیاں سے فیض
بہار و برق کی سازش ہے اور کچھ بھی نہیں

اشفاق احمد اعظمی

امڈا ہے دریائے نیل
خشک ہے پھر بھی آنکھ کی جھیل

سہمی سہمی ہے دنیا
ڈری ڈری ہے بانگِ رحیل

اجڑے ہوئے اک ایواں کی
زیست ہے اک سونی سی فصیل

آج کے انسانوں کا دماغ
جیسے عمرو کی زنبیل

جلد ملے فرصت اب تو
سوچ رہا ہے اسرافیل

لفظوں کی یہ ریت کبھی
بن کے رہے گی سنگِ میل

ظلمت ظلمت ہے انساں
رستے رستے ہے قندیل

تنہائی کی گرد اوڑھے
سورج میں گم ہے آج خلیل

سانس کی آمد و شد اشفاق
اب ہے یہاں جینے کی دلیل

صفحہ ۴ سے آگے

اور یا محض ایسے ہی اتفاقیہ طور پر لسانیات کی سائنس میں مدد لینے کے لیے استعمال ہونے لگے۔ جیسے VOCAL APPARATUS صوتی لسانی علامات کے اظہار کے لیے استعمال ہونے لگا ہے۔ کائموگراف اور اوسلوگراف کی تھیوری ایک ہے۔ اسپیکٹروگراف تھیوری اور عمل دونوں اعتبار سے مختلف مشینیں ہیں۔ یہ تینوں آلات آواز کے طبیعیاتی عمل پر قائم ہیں یعنی آواز فضا میں سفر کیسے کرتی ہے؟ آواز کا فضا میں سفر لہروں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ منھ سے جو ہوا نکلتی ہے وہ فضا میں دھکا پیدا کر کے ہوا کے ذرات میں ہلچل پیدا کر دیتی ہے۔ اس کے بعد یہ ہلچل سفر کرتی ہے۔ ایک کے بعد ایک ذرات ایک دوسرے سے ٹکراتے چلے جاتے ہیں اور آواز کا سفر جاری رہتا ہے۔ بظاہر وہ دھکے کی نوعیت ہوتی ہے جو آوازوں میں فرق پیدا کرتی ہے۔ لیکن یہ بات ہم صرف ایسی آوازوں کے بارے میں کہہ سکتے ہیں جن کا اختلاف بیّن ہے اور طبیعیاتی اور نظریاتی اعتبار سے ثابت کیا جا سکتا ہے مثلاً مسموع اور غیر مسموع کا فرق، مصوتے اور مصمتے کا فرق وغیرہ۔ ایسے اختلافات جو خالص اخراجی ہیں ان میں سے کسی آلے سے ثابت نہیں کیے جا سکتے مثلاً VOICED STOPS آپس میں کیسے ممیز کیے جا سکیں اس کا جواب کہیں نہیں ملتا۔ یہی پتہ نہیں چلتا کہ درحقیقت اس اختلاف کی بنا آوازوں کے سفر میں ہے یا سامعی ورک میں۔ یعنی یہ اختلاف کس نوعیت کے ہیں طبیعیاتی یا نفسیاتی۔ اس سلسلہ میں صوتیات کی اس شاخ کے تمام ماہرین خاموش ہیں۔

یہ آلات آواز کی طبیعیات کے چار پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہیں (۱) ایک آواز سے دوسری آواز میں LOUDNESS کا فرق کیا ہے (۲) آواز نے لہر میں جو تھرتھراہٹ پیدا کی ہے اس کی نوعیت کیا ہے AMPLITUDE FUNDAMENTAL (۳) FREQUENCY آواز کتنی دیر تک جاری رہی (۴) DURATION OR LINGTH آواز کے سلسلہ میں کس آواز پر زیادہ قوت صرف کی گئی اور کس پر کم — DISTRIBUTION OF ENERGY اس کو آواز کی صفت QUALITY کہتے ہیں۔

ایک چوتھی مشین ٹیپ ریکارڈر ہے۔ یہ صرف آواز کے محفوظ کرنے کے کام آتی ہے اور زیادہ تر فیلڈ ورک میں مددگار ہوتی ہے۔ جگہ جگہ سے ہم آوازوں کو ٹیپ کر کے لا سکتے ہیں اور تجربہ گاہ میں لا کر دوسرے آلات کے ذریعہ ان پر تجزیاتی عمل کر سکتے ہیں۔

KYMOGRAPH = ساخت اور عمل کا طریقہ

ایک پیچیدہ سی مشین ہوتی ہے۔ ایک گول بیلن کے ڈرم پر ایک کاغذ دھوئیں سے کالا کر کے لگا دیتے ہیں۔ یہ ڈرم مشین پر فٹ ہوتا ہے۔ اس کو گھمایا جاتا ہے۔ رفتار قائم ہوتی ہے۔ ڈرم کے پیچھے ایک راڈ لگا ہوتا ہے۔ اس راڈ میں ایک قلم فٹ ہوتی ہے جو کالے کاغذ پر لکھتی ہے۔ یہ قلم بہت باریک سرکی اور ایک پلاسٹک کی نوک پر مشتمل ہوتی ہے قلم ایک اور بیلن کے راڈ میں فٹ ہوتی ہے اس راڈ کے دوسری طرف ربر کی ایک نلکی ہوتی ہے۔ اس نلکی میں ایک پیالہ فٹ ہوتا ہے۔ اس پیالہ کو منھ سے لگا کر بولا جاتا ہے۔ آواز کی تھرتھراہٹ سے قلم میں تھرتھراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ گھومتے ہوئے ڈرم کے چاروں طرف لپٹے ہوئے کاغذ پر آواز کی تصویر بناتی چلی جاتی ہے۔ بات پوری ہونے پر کاغذ اتار لیا جاتا ہے۔ ایک بات کی کئی تصویریں لی جاتی ہیں۔ ایک ہی آواز کی مختلف ماحول میں تصویریں لی جاتی ہیں۔ اس سے ملتی جلتی آوازوں کی تصویریں لی جاتی ہیں۔ ان تمام تصویروں کو حاصل کر کے ان کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس تمام مطالعہ کا عمومی لب لباب یہ ہے کہ یہ تمام مسموع آوازوں کی تقریباً ایک شکل دیتا ہے۔ غیر مسموع میں تمام STOP آوازیں ایک طرح ظاہر ہوتی ہیں۔ SIBILENT ایک طرح اس تمام مطالعہ سے ایک بات بہت دلچسپ سامنے آتی ہے تمام غیر مسموع ہکار STOPS صاف صاف دو تصویریں دیتے ہیں۔ ایک STOP حصہ کی دوسرے ASPIRATE حصہ کی اور دوسرے حصہ کی تصویر صاف طور پر غیر مسموع SIBILENT کی تصویر کے مماثل ہوتی ہے۔ ایسی تصویروں سے یہ طے کہ ٹھ آوازوں کو ایک آواز سمجھا جائے یا دو الگ الگ آوازیں اس سلسلہ میں ماہرین خاصے مختلف الرائے ہیں۔

اس آلہ میں کئی خرابیاں ہیں۔ ان میں سب سے اہم دو ہیں ایک تو یہ کہ مشین جو تصویریں فراہم کرتی ہے وہ خالص ہوتی ہوئی آوازوں کی نہیں ہوتیں۔ مشین میں جو DISTURBANCES ہوتے ہیں وہ بھی اپنے نشانات چھوڑ جاتے ہیں۔ دوسرے قلم ہلکی سے ہلکی ہو پھر بھی کچھ نہ کچھ وزن کی حامل ہوتی ہے۔ ان خرابیوں سے بچنے کے لیے اوسلوگراف کو استعمال کیا گیا اس میں قلم کا کام CATHOD RAY سے لیا جاتا ہے مشین ٹین کی بنی ہوئی صندوق نما ہوتی ہے۔ اندر کیتھوڈ رے ٹیوب لگا ہوتا ہے۔ سامنے شیشہ لگا ہوتا ہے۔ ٹیوب میں سے کرن نکل کر شیشہ پر منعکس ہوتی ہے۔ کرن کو رفتار دے کر ایک پیچیدہ نظام کے تحت ایک مقرر رفتار پر قائم کر لیا جاتا ہے۔ ایک ریسیور میں بات کی جاتی ہے۔ صوتی لہر کی ہلکی سے ہلکی جنبش روشنی کی اس لہر میں تھرتھراہٹ پیدا کر دیتی ہے۔ شیشہ کے سامنے مووی کیمرہ رکھا رہتا ہے۔ وہ فلم لیتا چلا جاتا ہے۔ بعد میں اس فلم کو دھو لیا جاتا ہے اور تصویروں کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس آلے کو ساؤنڈ پروف کیمرے میں ہی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اسپیکٹروگراف کا عمل بالکل مختلف ہے۔

مراسلات

نقّاد اور جاسوسی ادب

ادبی نقادوں نے جاسوسی ناولوں کو ادب میں جگہ نہیں دی ادب کے اس حصّے کو ہمیشہ برادری سے خارج رکھا اس کے وجود کو یکسر نظر انداز کیا۔ اس کو تخلیقی ادب میں شمار نہیں کیا۔ اردو ادب کی تاریخ میں جاسوسی ناولوں کو کوئی جگہ نہیں ملی۔ جاسوسی ناولوں نے اردو ادب کی جو خدمت کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے آج بھی سب سے زیادہ مانگ جاسوسی ناولوں کی ہے۔ ان ناولوں میں بھی افادیت ہے۔ سماجی زندگی کے عکاسی کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں۔ انسانیت اور سماج دونوں کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ جاسوسی ناول ذہنی تفریح کے ساتھ مجرم اور جرم کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مجرم کی عیاریوں سے آگاہ کرتے ہیں جاسوسی ادب میں واقعات، حادثات اور وجوہات ایک دوسرے کے متوازی چلتے ہیں کچھ گرہیں کچھ گتھیاں سلجھتی اور الجھتی ہیں۔ پڑھنے والا امید، ناامیدی، ڈر، خوف، خوشی کے جھولے میں جھولتا رہتا ہے۔ مصنف نہایت ہوشیاری اور چابکدستی سے سب گتھیوں کو حل کرتا ہے اور کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ جاسوسی ادب کچھ سوچنے کچھ کرنے کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔

سماج کی اصلاح بھی اس ادب کا مقصد ہے۔ مجرم چاہے جتنی ہوشیاری سے جرم کرے جاسوس اس کی ساری ہوشیاری کو چشم زدن میں خاک ملا دیتا ہے۔ مجرم سزاوار ہوتا ہے۔ جاسوس اپنی عقلمندی سے سماج کو مجرموں سے محفوظ رکھتا ہے اور رکھنے کے طریقہ بتاتا ہے۔ جاسوسی ناول میں مصنف ہمیشہ شاعرانہ انصاف (POETIC JUSTICE) کرتا ہے۔ بدی کی ہمیشہ ہار ہوتی نیکی، سچائی اور انصاف کی ہمیشہ جیت ہوتی ہے اس طرح سے یہ ادب سماج کے سامنے اچھے کاموں اور کارناموں کو پیش کرتا ہے۔

جاسوسی ادب جرم اور اس کی نوعیت پر بھی روشنی ڈالتا ہے کن حالات اور کس ماحول میں پرورش پانے والا انسان جرم کی طرف راغب ہوتا ہے مثلاً ایک انسان سماج میں اعلیٰ درجہ پانے کے لیے دولت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ نیک کمائی سے رات بھر میں دولت مند نہیں ہو سکتا ہے۔ واحد ذریعہ چوری یا دھوکہ بازی ہے کسی سے بدلہ لینے کے لیے کسی کو جان سے مار دینا محبت کی ناکامیابی عورت یا مرد سے نفرت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اس طرح جاسوسی ادب سماجی ریفارمر کے سامنے ایک راستہ پیش کرتا ہے۔ وہ ان مسائل کو نہایت خوش اسلوبی سے سلجھائیں اور جرائم میں کمی واقع ہو۔ اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو سماج کے لیے یہ بہت مفید ہے۔ نثر کے دوسرے صنفوں کی طرح یہ بھی ایک صنف ہے۔

یہ صنف سماج قوم اور ملک کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ تفریح کے ساتھ ہی ساتھ قاری کے سامنے ایک آئیڈیل پیش کرتا ہے یہ آئیڈیل نیکی اور سچائی کا ہے۔ نقادوں نے جاسوسی ادب کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ اس کی طرف سے مشکوک رہے یہ ان کی بھول ہے نقادوں کو اس طرف توجہ دینا چاہیے۔

(شریف الحسن، ظاہر پوری)

نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کمیابی
حدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

ہماری زبان مورخہ ۱۵ (اگست ۱۹۹۰) باصرہ نواز ہوا۔ عالی جناب ڈاکٹر سید محمد حسنین صاحب کی طرف سے "انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند" کی کشمیر کانفرنس میں پڑھا گیا مضمون خاصا دلچسپ اور جامع تھا۔ لیکن میں سو فی صد اتفاق نہ کر سکا جس کی غالب وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اردو میری اکتسابی زبان ہے اور میں ٹکسالی اردو والوں کے آگے یارائے دم زدن نہیں رکھتا۔ بر سبیل تذکرہ واضح کر دوں کہ میرے اسلاف بھی کشمیر جنت نظیر سے بھاگ کر کسب معاش کے لیے پنجاب میں آ بسے تھے۔ میری نانی مرحومہ اکثر کشمیری زبان میں گفتگو کرتی تھی۔ میری والدہ کشمیری زبان سے بخوبی آگاہ تھی لیکن گھر میں گفتگو صرف پنجابی زبان میں کرتی تھی کبھی کبھی اردو زبان کی ٹانگ توڑنے کی ناکام کوشش کرتی تھی میرے والد دوستوں میں اردو اور گھر پر پنجابی زبان میں مخاطب کرتے تھے۔ اس ماحول میں کشمیری زبان سے دلچسپی کہاں تک رہ سکتی ہے اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں۔ بچپن میں کشمیری گھرانے کا ہے گاہے رنگ غیرت کو جھنجھوڑتے تھے لیکن افسوس باقی ہوس کی حد تک اثر نہ کر سکے۔ کھیان کوچہ سلطان میر سے نقل مکانی کے بعد حسین پورہ امرتسر میں بود و باش نے کشمیری زبان سے رہا سہا تعلق بھی قطع کر دیا اب اگر کاتب الحروف کشمیری الاصل ہونے کے ناتے سے کشمیری جاننے والوں پر اپنی فوقیت جتانے کی بڑ ہانکے تو اضحوکہ بننے سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔

بہر حال جناب ڈاکٹر صاحب کے اس اعتراض کے بعد "دلی اور لکھنؤ کا ٹکسال ٹوٹ چکا ہے" اہل زبان ان کردہ سروں کو مرعوب کرنا کچھ بھلا معلوم نہیں دیتا۔ جہاں تک میرے علم کا علاقہ ہے "ٹکسال" ہندی بھاشا کا شبد ہے جو دار الضرب کا نعم البدل ہے۔ ٹکسال ہندی زبان میں بطور مونث ہے اسے "کا ٹکسال" لکھنا ٹکسال باہر کارنامہ ہے۔ ٹکسالی زبان کے کسی داعی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اسلاف کے خلاف اجتہاد کی طرح ڈالتا رہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا تعلق ان کی اپنی زبان میں درس و تدریس سے ہے اس لیے مجھے حصول علم کے لیے دست سوال دراز کرنا پڑتا ہے کہ مولانا آزاد علیہ الرحمۃ کو بحرف سہام ملام بنانے والے مدرس صاحب سے استفادہ کروں کہ آپ نے اپنے بلند پایہ مضمون میں طلباء اور طلبہ کو ہم معنی استعمال کیا ہے

اس سے آپ کو کیا مقصود ہے؟ "طلبا" کلام پاک کے پندرھویں پارے کے سترھویں رکوع میں بمعنی طلب کرنا ڈھونڈنا اور تلاش کرنا ہے۔ طالب علم کی جمع کے لیے طلبہ درست ہے۔ جیسے عامل سے عملہ اور دخل سے دخلہ وغیرہ۔ کسی "ٹکسال باہر" ادیب کو یہ حق باقی نہیں کہ مبتدیوں کو گمراہ کرنے کے لیے دونوں الفاظ کو ہم معنی بنا کر ضبط تحریر میں لائے۔ مزید برین حالی جناب ڈاکٹر صاحب نے "صحیح ادائیگی" کا مرکب اپنے مضمون میں رکھ کر قواعد میں استادانہ دخل دیا ہے۔ ادا سے ادائی۔ وفا سے وفائی اور حیا سے حیائی تو درست ہیں اگر ڈاکٹر صاحب موصوف کی "ادائیگی" کو بھی رواج دے دیا جائے تو بے وفائیگی اور بے حیائیگی کو بھی ادبی بے حیائی تک برداشت کرنا پڑے گا۔ آگے چل کر مدرس موصوف نے "تعاون و تجربے" میں واؤ معطوفہ رکھ دی ہے درحالیکہ "تجربے" اردو زبان کی حیثیت اختیار کر گیا ہے "تعاون و تجربہ" رہنے دیتے تو مضائقہ نہ تھا۔ علیٰ ہٰذا القیاس "مدرسوں و مکتبوں" میں بھی واؤ معطوفہ داخل کر دی گئی ہے حالانکہ دونوں الفاظ اردو کے ہیں "مدرسہ و مکتبہ" البتہ درست ہیں اردو میں عطف کے لیے "اور" لاتے ہیں۔

مزہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے "ہم اردو کو زیادہ دل گیر بنا سکتے ہیں" ایسا تحریر کیا ہے جس میں "دل گیر" کا مرکب اصلی مفہوم کے ساتھ ہے۔ حال یہ ہے کہ ٹکسالی زبان کے شاعروں نے "دل گیری" کو غم آلود ماحول کا ترجمان رکھا ہے۔

میں چونکہ اردو زبان کا دیا کھاتا ہوں اس لیے امکان بھر کوشش کرتا ہوں کہ اس کے خدوخال سنورتے رہیں۔ یہاں تک کہ آنے والی نسل فخریہ زندہ زبانوں کے ضمن میں اردو کو بھی پیش کر سکے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی رہنمائی بھی میرے لیے طمانیت بخش ہوگی۔

(آغا خلش کاشمیری)

لوریوں کی تلاش

"ہماری زبان" میں سید انیس صاحب کا مراسلہ نظر سے گزرا مجھے اب تک جو لوریاں دستیاب ہوئی ہیں ان میں سے چند حوالے اور لوریاں میں پیش کر رہی ہوں۔ سید انیس صاحب کو "اردو ادب کو مالا مال کرنے" میں ان حوالوں سے شاید کچھ مدد مل سکے۔

ہاجرہ بیگم نے آج کل ۱۰ر نومبر ۱۹۷۲ء کے شمارے میں ایک مختصر مضمون لکھا تھا جس میں انھوں نے چند لوریاں پیش کی تھیں۔

حیات اللہ انصاری کا "لطیفۂ اردو" کے عنوان سے ایک طویل مضمون اردو ادب جنوری ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا تھا اس میں بھی تین چار لوریاں بطور نمونہ پیش کی گئی تھیں۔

رسوم دہلی میں سید احمد دہلوی نے چند لوریوں کا بیان کیا ہے۔

مختلف ذرائع سے جو لوریاں مجھے اب تک دستیاب ہوئی ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

آ میرے چندا آ میرے لال
گود میں آ کر کرے نہال
گورا مکھڑا پیاری آنکھ
جیسے دو نینوں کی پھانک
آ آ سو جا میرے لال
آ آ راج دلارے لال

آ جا نندیا آ جا نندیا تیری دیکھوں باٹ
سونے کے ہیں پائے جس کے روپے کی ہے کھاٹ
مخمل کا ہے لال بچھونا تکیہ جھالر دار
ایک لاکھ ہیں موتی جس میں ٹنکیں لال ہزار
منّے کی چار بہوویں آئیں دو گوری دو کالی
دو جھلائیں دو کھلائیں۔ لے سونے کی تھالی

بھیّا میرا راج دلارا
بھیّا میرا سب کا پیارا
بھیّا میرے نینوں کا تارا
سو جا بھیّا۔ پیارا بھیّا
چڑیاں بھی اب سو گئیں بھیّا
آئی نندیا پیارے بھیّا
آنکھ موند لے پیارے بھیّا
آ سو جا پیارے بھیّا
تکتے تکتے تیرا پیارے بھیّا

جھولے میں کنھیّا عجب پلنا
تیرے بابا کی بدھائی ارے للنا
تیری ماں جھلا دے تجھے پلنا
اگن چندن کا بنا ہے تیرا پلنا
ریشم کی ڈوری سہاوے ارے پلنا
جھولو جھولو ہمارے دلارے للنا

(قیصر جہاں)

اردو کے حقوق کی جدوجہد غیر فرقہ وارانہ ہے
جمعیۃ علماء ہند کی مجلس منتظمہ کی قرارداد

جمعیۃ علماء ہند کی مجلس منتظمہ کا جو اجلاس یہاں ۲۳ ستمبر کو ہوا۔ اس میں اردو تحریک سے متعلق ایک جامع قرارداد منظور کی گئی۔ اردو تحریک میں بلا امتیاز مذہب و ملت مسلم و غیر مسلم اردو دوستوں کی شرکت پر مسرت ظاہر کی گئی۔ یوپی، بہار، دلی میں اردو کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو مکمل ضمانت کا یقین دلایا گیا۔ اردو کی غیر فرقہ وارانہ تحریک کو کمیونل رنگ دینے کی فرقہ پرست عناصر جو کوششیں کر رہے ہیں ان کی مذمت کی گئی۔ اردو کو محض مسلمانوں کا مسئلہ بنانے کی کوشش کی بھی مذمت کی گئی۔ اس بات پر اظہار افسوس کیا گیا کہ جن جماعتوں نے الیکشن پر اردو والوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اردو کو اس کے حقوق دلائیں گے وہ پارٹیاں بھی اس وعدے سے پھر گئی ہیں۔ اردو کو ختم کرنے کے لیے سنسکرت کو سہ لسانی فارمولے میں داخل کیا جا رہا ہے۔ اس میں متعلقہ حکومتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ آندھرا کی طرح دلی، یوپی اور بہار میں اردو کو قانونی حیثیت سے علاقائی زبان کے طور پر تسلیم کیا جائے اور ان ریاستوں میں جہاں اردو علاقائی زبان نہیں لیکن جہاں دس فی صد اردو آبادی ہے وہاں اردو میں درخواستیں لینے کی ہدایت لوکل باڈیز کو دی جائے اور سکنڈری اسکولوں میں اردو میڈیم تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ (الجمعیۃ)

انجمن ترقی اردو صوبہ دلی کا انتخاب

انجمن کی نئی جنرل کونسل کا اجلاس ۱۵ ستمبر کی شام کو جناب شیو پرشاد سنہا کی صدارت میں ہوا۔ ایجنڈے کے مطابق پہلے صدر کو منتخب کیا گیا۔ موجودہ صدر جناب پنڈت سندر لال صاحب کا نام صدارت کے لیے مالک رام صاحب نے پیش کیا۔ ان کی اس تجویز کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا اور پنڈت جی کو صدر منتخب کر لیا گیا۔ مجلس عاملہ کے بارہ اراکین کے نام کی فہرست دفتر کی جانب سے جنرل سکریٹری نے پیش کی اور دوسری فہرست رئیس مرزا نے پیش کی، چونکہ دونوں فہرستوں کے ناموں میں اکثریت کیساں تھی اس لیے تھوڑی رد و بدل کے بعد متفقہ طور پر دونوں فہرستوں کو ملا کر جن اصحاب کو مجلس عاملہ میں لیا گیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

(۱) مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی صاحب (۲) خورشید گرامی صاحب (۳) مالک رام صاحب (۴) قمر رشوری صاحب (۵) ڈاکٹر خلیق انجم (۶) عبداللطیف اعظمی صاحب (۷) کوثر چاند پوری صاحب (۸) حکیم خلیل الرحمٰن تاز دہلوی (۹) قدیر احمد وارثی (۱۰) ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی (۱۱) بہادر برنی صاحب (۱۲) ڈاکٹر سعید انصاری صاحب

نئی جنرل کونسل کے لیے صدر انجمن نے ان چار اصحاب کو نامزد کیا ہے۔ (۱) حکیم انیس فدائی (۲) غلام ربانی تاباں صاحب (۳) عزیز وارثی صاحب (۴) ظفر ادیب صاحب۔ پانچواں نام صدر کے زیر غور ہے۔ (حمیدہ سلطان)

اردو کا مسئلہ سیاسی بنائے بغیر بھی حل کیا جا سکتا ہے

لکھنؤ۔ ریاستی وزیر تعلیم شری رام پرکاش نے یہاں کہا کہ اردو کو ریاست کی دوسری سرکاری زبان بنانے کا مطلب ریاست کو دو لسانی ریاست تسلیم کرنا ہے اور یہ سوال ملک کے مفاد کے خلاف ہے لیکن ریاستی سطح پر ہم اردو کے سلسلے میں ایسے عملی اقدامات آئندہ پانچ برسوں میں کریں گے جن سے کہ دوسری سرکاری زبان بنانے کے اعلان سے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ انھوں نے اعلان کیا کہ جلد ہی ایک غیر سرکاری اردو کمیٹی بنائی جائے گی جو سرکاری کمیٹی کو صلاح و مشورہ دے گی۔

نائب وزیر اعلیٰ یہاں ادارہ فروغ اردو کی جانب سے دیے گئے ایک سپاس نامہ کا جواب دے رہے تھے۔ انھوں نے کہا اردو اس دیش میں پیدا ہوئی، یہیں پھولی پھلی۔ اس لیے اگر کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ ہے کہ ہمیں اردو سے پریم نہیں تو یہ صحیح بات نہیں۔ در اصل اردو اگر کسی ملک کی بھاشا ہو سکتی ہے تو صرف ہندوستان کی۔

انھوں نے کہا کہ اکثر زبان کے سوال سیاسی بن جاتے ہیں چنانچہ ہندی کے سوال پر بھی دکن میں بڑی مخالفت ہوئی۔ ہمارا یہ یقین ہے کہ اردو زبان میں جو خصوصیت ہے وہ خود ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں ہمہ گیری ہے اس لیے ہمارا یہ اعلان ہے کہ ہم اپنے عملی اقدامات سے وہ کام کریں گے جن سے اردو کی ترقی ہوگی اور یہ کام وہ ہوگا جو پچھلے بیس برسوں میں نہیں ہوا ہوگا۔

انھوں نے کہا کہ دوسری سرکاری زبان کا مطالبہ کرنے والوں کا خود بھی ذہن صاف نہیں ہے اور یہ سوال ملک کے اتحاد کے مفاد میں نہیں ہے کیونکہ ہر صوبے میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اس لیے جہاں جس زبان کو ۶۰ فی صدی سے زیادہ آبادی بولتی ہے اس زبان کو دوسری سرکاری زبان تسلیم کر لیا گیا۔ اتر پردیش میں اردو کے سلسلے میں یہ مناسب نہیں ہے اور دو زبانوں کا سیکھنا بھی مشکل ہے۔ البتہ اردو ادب کی ترقی کے لیے ہر ممکن سہولت دی جا رہی ہے اور انٹر اور ہائی اسکول میں جو لڑکا چاہے اردو بہ حیثیت مضمون لے سکتا ہے۔

ادارے کے صدر حامد اللہ افسر نے سپاس نامہ پڑھا جس میں کہا گیا کہ راجیہ بھاشا ہندی کے ساتھ ہی ساتھ ان زبانوں کی بھی ترقی ہو جن کا ذکر قومی زبان کی حیثیت سے آئین میں کیا گیا ہے اور خاص طور سے اردو کے سلسلے میں جو وعدے چودھری چرن سنگھ (وزیر اعلیٰ) نے کیے ہیں ان پر عمل درآمد ہو۔

شری رام پرکاش نے کہا کہ جس وقت اردو محافظ دستے کی تحریک چل رہی تھی اس وقت اردو کے بارے میں بعض سہولتوں کا

ذکر ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ اردو کے سلسلے میں جتنے بھی مطالبات ہیں وہ ایسے ماحول میں ہونے چاہئیں جب کہ کوئی تحریک وغیرہ نہ چلائی جا رہی ہو اور ہم بغیر کسی دباؤ کے کام کریں۔

ڈاکٹر پی۔ ڈی۔ کپور، ایم۔ ایل۔ سی نے کہا کہ کہا جاتا ہے کہ ہم لوگ اردو کے مخالف ہیں لیکن میں لکھنؤ کا ہوں مجھے اس شیریں زبان سے محبت ہے جس کا لہجہ یہاں تک کی عبادت کے لیے الفاظ تک میں تہذیب برتی جاتی ہے۔

انھوں نے کہا کہ کارپوریشن میں اردو میں درخواستیں قبول نہیں ہوتی تھیں ہماری کوشش سے درخواستیں اردو میں قبول کی گئیں چنانچہ کانپور کے ایک اخبار نے اس سلسلے میں ہماری کوششوں کو سراہا۔ انھوں نے کہا کہ وہ لوگ جو اردو کے حق کو منوانے کے لیے سیاسی داؤں کھیلنا چاہتے ہیں وہ اردو کے دوست نہیں ہیں اور اس مسئلہ کو تحریک کے ذریعہ حل نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اردو کے قطعی مخالف نہیں ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ بات صاف ستھرے ماحول میں کی جائے۔ (قومی آواز)

انجمن ترقی اردو بہار کی مجلس عاملہ کا جلسہ

پٹنہ۔ انجمن ترقی اردو مجلس عاملہ کی ایک ہنگامی نشست ہوئی جس میں مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت کی تنظیمی امور کے علاوہ حسب ذیل تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ اسمائے گرامی شرکاء:۔

جناب غلام سرور، جناب شہاب صدیقی، جناب محمود عالم ایڈووکیٹ سیتامڑھی، جناب خادم حسین ایم۔ ایل۔ اے دربھنگہ۔ جناب جوہر نظامی۔ جناب شاہ مشتاق احمد۔ پروفیسر عبد المغنی۔ جناب باسط عظیم آبادی چکردھرپور۔ جناب تقی رحیم۔ شری رامائن سنگھ کے علاوہ جناب معین انصاری نے بھی شرکت فرمائی۔

تجویز: بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ محسوس کرتا ہے کہ زبان کے مسئلے کو آڑ بنا کر رانچی میں جو فساد ہوا اور بہار کے دوسرے مقامات پر اس سلسلے میں بدامنی پیدا کرنے کی جو کوششیں کی گئیں ان کا براہ راست تعلق لسانی مسئلہ سے نہیں ہے بلکہ اس فساد اور بدامنی کی حقیقی نوعیت فرقہ وارانہ اور سیاسی ہے یہی وجہ ہے کہ اس پورے ہنگامہ کو ملک اور ریاست کی بدنام زمانہ فرقہ پرست اور مفاد پرست پارٹیوں نے باضابطہ ایک منصوبہ اور سازش کے تحت کھڑا کیا اس حقیقت کا اعتراف مرکزی وزیر داخلہ اور وزیر اعظم نے بھی اپنے بیانات میں اپنے طور پر کیا ہے۔ اس معاملہ میں یہ واقعہ بہت ہی معنی خیز ہے کہ مذکورہ فساد اور بدامنی میں نقصان سراسر اقلیتی فرقہ کا ہی ہوا ہے۔

بہرحال تمام حالات و واقعات کا جائزہ لینے اور تمام متعلق امور پر غور و فکر کے بعد ریاستی انجمن کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہمارا اصلی و حقیقی مطالبہ نہ صرف اپنی جگہ قائم ہے بلکہ اس کی معقولیت میں مزید زور پیدا ہو گیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ بہار کی حکومت کے وسیع النظر عناصر بھی اردو کے سلسلے میں اپنی اعلان کردہ پالیسی اور پروگرام پر قائم ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اب اردو کے مطالبے کی تائید و تعمیل ہندوستان کے ہر اس شہری کا فرض ہو گیا ہے جس کو اس ملک کی سالمیت اور جمہوری قدروں کا فروغ عزیز ہے اور جو اس ملک میں دستور و آئین کی بالاتری کو برقرار دیکھنا چاہتا ہے۔ ہمارا مطالبہ جیسا کہ معلوم ہے صرف یہ ہے کہ دستور ہند کی دفعات ۳۴۵ اور ۳۴۷ کے مطابق اردو کو ریاست بہار کی علاقائی اور دوسری سرکاری زبان قرار دیا جائے لیکن اب یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ ہندوستان کے فاشی اور نازی عناصر پرامن اور جمہوری سطح پر کوئی بات کرنے کے بجائے فساد انگیزی اور آمریت پر تل گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہماری بات خنجر کی نوک پر دبا دیں۔ ظاہر ہے کہ نہ ہم ایسی صورت حال کو گوارا کر سکتے ہیں اور نہ ہندوستان کا کوئی حقیقی وطن دوست اس رجحان کو آگے بڑھنے کی اجازت دے سکتا ہے چنانچہ اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی ثابت ہو چکی ہے کہ شرپسند اور مفاد پرست عناصر کو اپنے ناپاک منصوبوں اور مکروہ سازشوں کی تعمیل میں رائے عامہ کی تائید مطلق حاصل نہیں ہے۔ اگرچہ مسئلے کو الجھانے کے لیے طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلانے اور ہندی عوام کو گمراہ کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ اس موقع پر ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم ہندی کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ہمارا احساس یہ ہے کہ اردو ہندی کے لیے ہر طرح معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

یہ جلسہ حکومت بہار کو پوری قطعیت کے ساتھ متنبہ کرتا ہے کہ اردو کے اس حق کی ادائیگی میں جس کو خود حکومت تسلیم کر چکی ہے جتنی تاخیر ہوگی معاملہ اتنا ہی الجھتا جائے گا۔ حکومت بہار پہلے ہی اردو کے تسلیم شدہ حق کی ادائیگی میں کافی تاخیر کر چکی ہے اور عوامی سطح پر اردو کے معاملے کی وضاحت میں بھی حکومت کا فرض تھا بے حد غفلت کر چکی ہے۔ ہم شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ حکومت بہار نے فسطائی عناصر کا مقابلہ کرنے میں صریح کمزوری کا ثبوت دیا ہے اس کے علاوہ بہار کے اردو دوست اپنے جائز مطالبے کی تعمیل کا کافی انتظار کر چکے اور اس سلسلے میں آزمائشوں کے مرحلے سے گذر چکے ہیں لہذا اب اردو عوام نہ صرف اپنے مطالبے کی جلد از جلد تعمیل کے لیے نہایت بے قرار ہیں۔ بلکہ حالات نے ان کے عزم اور حوصلے کو پہلے سے بھی کہیں زیادہ مضبوط اور بلند کر دیا ہے۔

چنانچہ یہ جلسہ حکومت بہار سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے اعلان کردہ پالیسی کے مطابق مزید تاخیر کے بغیر اردو کو سات مخصوص کاموں کے لیے بہار کی علاقائی اور دوسری سرکاری زبان قرار دے دے تاکہ حکومت کے وعدوں پر عوام کا اعتماد بحال ہو سکے۔ ہم ارباب حکومت کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ بہار کے اردو دوست اب صرف ان کے بیانات اور تقریروں پر بھروسہ نہیں کریں گے اب وہ صرف عمل، قانون اور دستوری عمل

ہی سے مطمئن نہیں ہو سکتے ہیں۔

یہ جلسہ ہندوستان اور بہار کے اردو دوستوں، تمام انصاف پسند شہریوں اور جمہوری پارٹیوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اردو کے جمہوری حقوق کی دستوری تکمیل کے لیے ہر قسم کی پرامن اور آئینی جدوجہد کے سلسلے بالکل آمادہ و مستعد ہیں۔

تحریک: جناب رومان سنگھ اسکریٹری آل انڈیا خادم اردو (پٹیالہ)، موید: جناب خادم حسین

حلقۂ ادب ریاستی انجمن ترقی اردو بہار کی شاخ کا قیام

بھاگلپور: انجمن ترقی اردو بھاگلپور کی جانب سے ۲۹ ستمبر ۱۹۶۰ء کو ساڑھے چھ بجے شام ایوان ارشاد بدولت کدہ جناب نواب ارشاد حسین زیدی صاحب خلیفہ بھاگلپور نے معزز شہریوں، ادیبوں اور شاعروں کا عظیم اجتماع ہوا اس کی پہلی نشست زیر صدارت پروفیسر جناب صدرالدین احمد صاحب وائس پرنسپل ٹی این بی کالج منعقد ہوئی۔

جس میں انجمن ترقی اردو کی ادبی بزم "حلقۂ ادب" کی ایک شاخ قائم کی گئی جس کی مجلس انتظامیہ کے ارکان حسب ذیل ہیں۔

جناب پروفیسر منظفر اقبال صاحب ۱۔ صدر
نواب ارشاد حسین زیدی صاحب ۲۔ نائب صدر
ڈاکٹر غیاث احمد آشر صاحب ۳۔ " "
جناب شاغل قادری صاحب ۴۔ " "
جناب محی الدین غنی صاحب ۵۔ معتمد عمومی
جناب شبیر احمد صابری صاحب ۶۔ "
جناب حسن رہبر صاحب ۷۔ "
جناب کریم اسدی صاحب ۸۔ خازن

اراکین مجلس منتظمہ۔

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن صاحب ۲۔ پروفیسر قمرالتوحید صاحب ۳۔ پروفیسر محمد جمیل اختر صاحب ۴۔ ڈاکٹر محمد یونس صاحب ۵۔ مولانا شاہ شرف عالم صاحب ۶۔ مولانا سید سراج الحسن صاحب ۷۔ حکیم عبدالباقی صاحب حلیم ۸۔ حسن مقصود صاحب ۹۔ سلیمان خاں صاحب ۱۰۔ سید اسحاق بی شعور صاحب ۱۱۔ قمر مشتاقی صاحب ۱۲۔ یونس احمد صاحب ایڈووکیٹ ۱۳۔ اختر ناسخ نقیب صاحب

حلقۂ ادب کی ایک دوسری نشست جناب علی عباس صاحب ڈی آئی جی بھاگلپور کے تبادلے کے موقع پر موصوف کو وداع دینے کے لیے منعقد ہوئی جس کی صدارت جناب پروفیسر صدرالدین احمد صاحب وائس پرنسپل ٹی ان کالج نے کی جس میں شعرائے کرام نے مہمان خصوصی کی شان میں اپنے منظوم تاثرات پیش کیے اور انجمن ترقی اردو بھاگلپور کی جانب سے جناب شاغل قادری صاحب، قدیم بزم سخن بھاگلپور کی طرف سے جناب اکرام انجم صاحب کے بائے عقیدت پیش کیے بعدہ حاضرین کو انجمن ترقی اردو کی طرف سے ایک عصرانہ دیا گیا۔

(محی الدین غنی معتمد عمومی حلقۂ ادب بھاگلپور)

انجمن ترقی اردو شاخ امرتسر کی سالانہ کارکردگی

گذشتہ روز انجمن ترقی اردو امرتسر کا ایک انتخابی اجلاس منعقد ہوا، جس میں انجمن کے جنرل سکریٹری نے گذشتہ کام کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"انجمن ترقی اردو شاخ امرتسر کے قیام کو ایک برس ہو گیا ہے۔ اس دوران میں پنجاب کے اندر سیاسی حالات اور بحرانی کیفیت کے باعث خاطر خواہ اور اطمینان بخش کام اگرچہ نہیں ہو سکا۔ لیکن انجمن تحفظ و ترویج اردو کے سلسلے میں امکانی خدمات میں برابر مصروف رہی۔

ایم۔ اے اردو کے دو طلبہ انجمن کے جنرل سکریٹری جناب پورن سنگھ ہنر سے مفت تعلیم پاتے رہے اور دونوں اصحاب نے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے ایم اے اردو کی ڈگری حاصل کی۔ علاوہ ازیں جنرل سکریٹری انجمن ہذا سے تعلیم حاصل کرنے والا ایک طالب علم بی اے کے امتحان میں اردو میں اول آیا۔ اور ایک دوسرا طالب علم امسال اردو آنرز میں پاس ہوا۔

انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام اردو کالج کے قیام کا منصوبہ تقریباً مکمل ہے۔ یہ سب اس کی ابتدا ہے۔ جگہ کی تلاش ہے موزوں جگہ ملتے ہی انجمن اردو تدریس کا کام وسیع پیمانے پر شروع کرے گی فی الحال آزاد بک ڈپو ہال بازار میں اہتمام کیا گیا ہے۔ اردو طلبہ کو اسی جگہ تعلیم دی جاتی ہے۔ تدریس کے اخراجات کے لیے ممبران انجمن سے کوئی چندہ فراہم نہیں کیا جاتا۔ جگہ ادارہ آزاد بک ڈپو کی نوازش سے ملی ہوئی ہے۔ باقی تمام اخراجات امسال جناب صابر جوائنٹ سکریٹری انجمن ہذا نے برداشت کیے ہیں۔"

انجمن کے سالانہ اجلاس میں جنرل سکریٹری جناب ہنر کے علاوہ دیگر عہدیداران اور محبان اردو نے اپنے خیالات کا اظہار کیا، جس میں اردو کی ہمہ گیری اور عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس عظیم زبان کے تحفظ کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

اجلاس میں ایک قرارداد پاس ہوئی جس کے ذریعہ پنجاب سرکار سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ریاست میں اردو کی ترویج و حفاظت کے لیے موزوں قدم اٹھائے اور اردو دوستوں سے اپیل کی گئی کہ وہ متحد ہو کر اپنی اس متاع عزیز کا تحفظ کریں۔ (نامہ نگار)

ہندی کو لادنے کی کوئی کوشش برداشت نہ کی جائے گی

انادورائی کا بیان

نئی دہلی: مدراس کے وزیر اعلیٰ سی۔ این۔ انادورائی نے

بتایا کہ مدراس چیلنج دینے والے مرد ہیں ہے اور ایسی کوئی کوشش برداشت نہ کرے گا۔ کہ ہندی ہمارے اوپر تھوپی جائے۔

انھوں نے کل یہاں اخباری نمائندوں سے بات چیت کے دوران کہا کہ حامیان ہندی نے "جنونی جوش" سے کام لے کر ہندی کو جنوب پر راشٹر کی زبان کی حیثیت سے لادنے کی کوشش کی تو اس کے سنگین نتائج نکل سکتے ہیں اس طرف کچھ عرصہ سے ہندی کی مخالفت سخت ہوئی ہے۔ بہت سے لوگوں نے جو "ہندی ٹیچر" جیسی کتابوں سے ہندی سیکھنے لگے تھے اب ان کتابوں کو پھینک رہے ہیں یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ تامل اور انگریزی کافی ہیں اور یہ کہ ہندی کو بالکل ترک کرکے کام چل سکتا ہے۔

انادورائی نے کہا کہ واحد حل جو دراوڑ منیتر کزاگام (ڈی ایم کے) اور مدراس کے لوگوں کو مطمئن کر سکتا ہے یہ ہے کہ آئین میں ترمیم کرکے انگریزی اور ہندی دونوں کو سرکاری زبانیں بنا دیا جائے اس سے کم کوئی چیز جنوب کے لوگوں کے اندیشوں کو دور نہیں کر سکتی ہے۔ (سیاست)

اردو کے بارے میں بہار کی مارکسی کمیونسٹ پارٹی کا موقف

ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی بہار ریاستی کمیٹی نے اپنی بیٹھک میں جو دھنباد میں ہوئی۔ اردو کو بہار کی ثانوی سرکاری زبان تسلیم کرنے اور اس کے خلاف جن سنگھ کی طرف سے چلائی گئی موجودہ تحریک کے متعلق حسب ذیل تجویز منظور کی ہے۔

ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی (مارکسی) کی بہار ریاستی کمیٹی کی یہ بیٹھک جن سنگھ کی جانب سے اردو کے خلاف چلائی گئی موجودہ مہم کو بڑے ہی تشویش اور خطرے کی نظر سے دیکھتی ہے۔

اردو زبان کے ساتھ جو غالب طور پر شمالی ہند میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کی زبان ہے، خاص طور پر سوتیلے پن کا سلوک کیا جا رہا ہے بہار اور اتر پردیش کی حکومتیں اسے کچل رہی ہیں۔ اور اس عمل کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو فرقہ پرستانہ کہہ کر دبایا جاتا ہے اسی لیے ہندی بولے جانے والی ان ریاستوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے اردو کو دوسری سرکاری زبان تسلیم کرنے کا سوال ایک لسانی اقلیت کے حق کی حفاظت اور اس کے جائز مطالبے کو ماننے کے ساتھ اس ملک کی سب سے بڑی مذہبی اقلیت مسلمانوں کے ایک اہم مطالبہ کو تسلیم کرنے کا سوال بھی ہے۔

انڈین یونین کی ایک زبان ہونے کی حیثیت سے اردو کو اس کا مناسب مقام ملنا چاہیے۔ اتر پردیش، بہار، دلی، اور دوسری ریاستوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی کافی تعداد ہے دوسری علاقائی زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا جانا چاہیے اس کی حفاظت ہونی چاہیے اور اس کے فروغ و ترقی کے لیے سہولتیں ملنا چاہیے۔

انجمن ترقی اردو شاخ مالیگاؤں کا جلسہ

مالیگاؤں۔ ترسیلی مرکز۔ جناب شبیر احمد حکیم کی صدارت میں ایک جلسۂ عام ہوا جس میں تقریباً سات سو افراد نے شرکت کی جن کے سامنے تقریر کرتے ہوئے اردو کے مشہور ادیب جناب ظ انصاری صاحب نے اردو کے مسائل پر عالمانہ نقطۂ نظر سے بحث کی اور بتایا کہ افسانہ، ناول اور شاعری کے علاوہ اردو میں بیس سال سے کوئی نمایاں علمی کام نہیں ہوا جو ہر زبان کی ریڑھ کی ہڈی ہوتا ہے۔ اردو رسم خط کے متعلق انھوں نے کہا کہ اسے بدلنا نہایت مشکل کام ہے یہ کام بڑی بڑی حکومتوں کے بس کا نہیں ہے اس لیے اس کا رہنا ضروری ہے لیکن ہمیں ناگری سے غفلت نہیں برتنی چاہیے محترم حامد الانصاری غازی صاحب نے بھی مختصراً فرمایا کہ ہم ہندی سے دشمنی نہیں کرتے لیکن اتنا چاہتے ہیں کہ اردو بھی زندہ رہے۔ یہ زندہ رہے گی تو ہندی بھی نشوونما پائے گی۔

(شعبان انصاری سکریٹری)

بہار اور یوپی میں اردو کو جائز حقوق دیے جانے کی حمایت

نئی دہلی۔ ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کی ورکنگ کمیٹی کی بیٹھک میں ایک تجویز پاس کرکے اردو بولنے والوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے اور اس کو لے کر رانچی میں ہوئے فرقہ وارانہ فساد کی مذمت کی گئی ہے۔

تجویز میں جن سنگھ اور دوسرے فرقہ پرست عناصر کے ذریعہ اردو کے خلاف کئے گئے پروپیگنڈے، بھارتی زبانوں میں سے ایک زبان کے بارے میں لوگوں میں نفرت پھیلانے اور اردو کو دبانے کی کوشش کئے جانے کی مذمت کی گئی ہے

ورکنگ کمیٹی نے بہار اور اتر پردیش کی ملی جلی سرکار اور ان دیگر ریاستوں کی سرکاروں سے جہاں اردو زبان رائج ہے اپیل کی ہے کہ اردو والوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔

ورکنگ کمیٹی نے مطالبہ کیا ہے کہ جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے ابتدائی اسکولوں میں ان کو اردو پڑھنے کی سہولت دی جائے اور ایسے علاقوں میں جہاں اردو زبان جاننے والوں کی کافی تعداد ہے۔ مڈل اسکولوں میں اردو کے ذریعہ تعلیم دینی چاہیے اس کے علاوہ جن علاقوں میں اردو بولنے والے کافی تعداد میں آباد ہیں وہاں عدالتوں اور سرکاری دفاتر میں اردو میں درخواستیں دئے جانے کی اجازت ہونی چاہیے اور سرکار کے بھی اہم سرکلر، گزٹ اور اشتہارات اردو میں شائع ہونے چاہئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو کی ترقی کے لیے کام کرنے والی تنظیموں کو مرکزی اور ریاستی سرکاروں کی طرف سے فراخدلانہ امداد ملنی چاہیے۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر [illegible] الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر اور پبلشر [illegible] نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا۔